ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

# اُردو میں جاسوسی اَدب: ضرورت واہمیت

# DETECTIVE LITERATURE IN URDU:NEED AND IMPORTANCE

**آمنہ توصیف**

سینیر ٹیچر، ایس این ٹی جناح ہائی اسکول، لاہور

**ڈاکٹر سامیہ احسن**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

**لائبہ شفیق**

لیکچرار، شعبہ اُردو، پنجاب کالج، مینارِ پاکستان کیمپس، لاہور

## ABSTRACT:

*The detective novel is a popular subgenre of the novel. The investigation of any crime is called "Detection"and the investigator is the "detective." Detective literature is directly related to social reform. Detective writers try to choose a subject that will make the public aware of foreign spies and social crimes and prepare them to prevent these crimes themselves.The most important element of successful detective fiction is sensationalism. Before the establishment of Pakistan, detective novels were introduced in Urdu to the extent of adult literature, but children were completely ignored and no work could be done on detective novels for them. After the establishment of Pakistan, the new state faced more and more problems, while the problem of law and order also started to weaken the new state.In such a situation, like other writers, detective novelists also came forward and they raised awareness and consciousness among the people about local as well as international level crimes. The names of Ibn-e-Safi, Mazhar Kaleem, Tariq Ismail Sagar, Ishtiaq Ahmed are particularly noteworthy in this regard. Although Urdu critics were reluctant to accept detective literature as a part of regular literature, but they have now accepted its importance and status.*

**KEY WORDS:** Detective literature, social crimes, sensationalism, local and international level crimes, detective novelists, of Ibn-e-Safi, Mazhar Kaleem,

ناول نگاری واحد صنف ادب ہے جس میں زندگی کے بہت سے روشن اور پوشیدہ پہلوں کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ان مختلف پہلوں کو بیان کرنے کے لیے ناول نگاری کی کئی اقسام متعارف ہوئی، مثلاً عصری ناول، رومانی ناول، تاریخی ناول، نفسیاتی ناول وغیرہ ۔ادب کی یہ تمام قسم بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے:

- سنجیدہ ناول نگاری
- مقبول ناول نگاری

ناول نگاری چاہے سنجیدہ ہو یا مقبول، ان دونوں کے ادبی مقاصد ایک ہی ہیں یعنی معاشرے، سماج اور انسانی اقدار کی تلخ حقیقتوں کا اظہار اور کسی حد تک ان کا حل۔فرق صرف اتنا ہے کہ سنجیدہ ادب گہرائیوں میں ڈوبا ہوتا ہے جس کے لیے قاری کو فکر کے سمندر میں غوطہ لگانا پڑتا ہے جبکہ مقبول ادب میں بات تفریحاً اور سہل انداز میں کہی جاتی ہے۔

سنجیدہ ناول نگاری میں زبان، اسلوب، روایات اور ادبی اقدار منظم صورت میں نظر آتی ہیں۔اسے کلاسک ادب بھی کہا جاتا ہے۔روم اور یونان کے بعد کا ادب ان کی تقلید میں لکھا گیا۔عالمی ادب میں رومی، فردوسی، کالی داس، ورجل اور شیکسپیئر وغیرہ جبکہ اردو میں غالب، حالی، آزاد، منٹو اور قراۃ العین حیدر جیسے معروف مصنفین اس کے علمبردار ہیں۔اس ادب پر عصری تغیرات اثر نہیں کرتے۔یہ ہر عہد میں یکساں مقبول ہے۔

> "مقبول ناول نگاری عام قاری کے دل کے قریب ہوتی ہے۔اس کے قارئین عموماً وقت گزاری یا تھکے ذہنوں کو آرام پہنچانے کے لئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان کا تقاضا ایسا ادب ہے جس میں بہت سارے تنازعات اور پیچیدگیاں تو ہوں، مگر یہ تنازعات انہیں پریشان کرنے یا سوچ بچار پر مجبور کرنے کی بجائے، انہیں ذہنی اور جسمانی سکون پہنچا سکیں۔مقبول ناول نگاری میں تاریخی، رومانی، سائنسی، واقعاتی اور مہماتی موضوعات شامل ہیں۔جاسوسی ناول نگاری بھی بقول گیان چند کے ناول کی ایک مقبول عام ذیلی صنف ہے۔(۱)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کسی جرم یا فرد کے بارے میں تفتیش یا چھان بین کرنا، معلومات جمع کرنا یا خفیہ رازوں کو جاننے کی کوشش کرنے کو جاسوسی کرنا کہا جاتا ہے، لیکن حقیقتاً تفتیش یا چھان بین کرنا اور چیز ہے جبکہ معلومات جمع کرنا اس سے مختلف ہے۔ عالمی زبان و ادب اس فرق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے مطابق کسی بھی جرم کے متعلق چھان بین کرنا "سراغ رسانی" (Detection) کہلاتا ہے اور چھان بین کرنے والا "سراغ رساں" ہوتا ہے۔ سراغ رساں قومی سطح پر کام کرتا ہے۔ انگریزی میں اس کے لئے "ڈیٹیکٹو" (Detective) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ معلومات اور خفیہ رازوں کی کھوج لگانے والا **جاسوس** کہلاتا ہے۔ جاسوس حکومتی اور فوجی سطح پر کام کرتا ہے۔ انگریزی میں جاسوس کے لئے "سپائی" ( spy ) یا "ایجنٹ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور جاسوسی کرنے کو "ایسپیونج" ( espionage ) کہا جاتا ہے۔ جاسوسی کسی ملک یا ادارے کے بارے میں کسی خاص ارادے کے ساتھ معلومات حاصل کرنے، پہنچانے، منتقل کرنے، یا وصول کرنے کا عمل ہے۔ ایسی معلومات متعلقہ ریاست کو چوٹ پہنچانے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں۔

معلومات کا حصول، جاسوسی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کے مترادف ہے۔ **سن-تزو** (Sun-Tzu) جو کہ ایک چینی فوجی جنرل تھا، اپنے مقالے **"جنگ کا فن"** میں ۲۵۰۰ سال پہلے جنگی مشورے دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جنگ جیتنے کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ نہ صرف دشمن کے بارے میں بلکہ خود اپنے بارے میں بھی ہر طرح کی معلومات ہونی چاہیں۔ اس کے مشورے آج بھی درست ہیں کیونکہ جب تک جاسوس اپنے ملک کے لئے معلومات اکٹھی نہ کرلیں تب تک جنگ جیتنا ناممکن ہے۔ چناچہ وہ کہتا ہے کہ :

> "اگر تم دشمن کو جانتے ہو اور اپنے آپ کو جانتے ہو تو تمہیں سو لڑائیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو جانتے ہو دشمن کو نہیں تو ہر فتح کے بدلے تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر تم نہ اپنے آپ کو جانتے ہو نہ دشمن کو تو تم احمق ہو اور ہر جنگ میں شکست کھاوگے" (۲)

جاسوسی کے فن کا باقاعدہ جدید خطوط پر آغاز انیسویں صدی میں پہلی جنگ عظیم اور سرد جنگ کے دوران امریکہ، برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک میں ہوا۔ جاسوسی کے لیے باقاعدہ قانونی طور پر ادارے تخلیق کیے گئے۔ فورزہمر (Walter L. Pforzheimer)، امریکی دفاعی ادارے "سی آئی اے" کا ایک تجربہ کار افسر، اپنے ایک بیان میں کہتا ہے کہ :

> "اٹھارویں صدی کے اوائل میں انگریز اپنی انٹیلی جنس سروس کے لیے بڑی رقم خرچ کر رہے تھے، اگر پہلے نہیں تو--- اب 100,000 پاؤنڈ بہت بڑی رقم ہے، چاہے آپ اسے کیسے تبدیل کرلیں۔ ویسے بھی انگریز اس کاروبار میں بہت زیادہ ملوث تھے اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ اب بھی ہیں"۔ (۳)

حیدر آباد دکن میں "عہدِ آصفی" کے دوران ملکی نظام کو محفوظ کرنے کے لیے "چور بیگ" اور "یقین بیگ" کے نام سے دو عہدے قائم کیے گئے۔ چور بیگ حکومتی جاسوس ہوتا تھا اور بھیس بدل کر کے اہم معلومات حکومتی اہلکاروں تک پہنچاتا جبکہ یقین بیگ حکومت کی ایک باعتبار شخصیت تھی جس کی معلومات پر حکومت آنکھیں بند کر کے اعتبار کرسکتی۔

جاسوسی ادب کا براہِ راست تعلق اصلاحِ معاشرہ سے ہوتا ہے۔ جاسوسی مصنفوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایسا موضوع منتخب کریں جس سے عوام کو غیر ملکی جاسوسوں اور سماجی جرائم سے آگاہی ملے اور وہ خود ان جرائم کی روک تھام کے لیے تیار ہو جائیں۔ بظاہر جاسوسی ادب کا مقصد محض تفریح سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً اس میں وہ مسائل اور کسی حد تک ان کا حل ملتا ہے جو کہ ہر عام آدمی کی زندگی میں درپیش ہوتے ہیں۔ چوری، ڈاکہ زنی، دھوکا دہی اور یہاں تک کہ قتل کی واردات بھی موجودہ دور میں عام ہے۔ جاسوسی ادب میں ان مسائل کو تخیل کی اڑان بھرتے ہوئے ناقابل فہم مہمات بنا کر تحقیق و تفتیش اور سراغ رسانی کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔

عالمی ادب میں جاسوسی ادب کو بے حد سراہا گیا ہے۔ اس پر بیشمار ناول، مختصر کہانیاں، تحقیقی اور تنقیدی کام کیا گیا ہے۔ فلپ نائٹلے (Phillip Knightley)، برطانیہ کا ایک بہت بڑا جرنلسٹ اور دو مرتبہ برٹش پریس ایوارڈ یافتہ، کہتا ہے کہ جاسوسی دنیا کا دوسرا بڑا پیشہ ہے۔ (۴) یہاں تک کہ اس نے اپنی کتاب کا نام بھی یہی رکھا۔
(The Second Oldest Profession: Spies and Spying in the Twentieth Century)
جبکہ فورزہمر اپنے مقالے میں جاسوسی کو دنیا کا قدیم ترین پیشہ مانتا ہے۔

(۵)"So welcome to the world's oldest profession "

فورز ہمر اپنے مقالے اس بات کا اضافہ کرتا ہے کہ بائبل میں کم سے کم گیارہ سے بارہ جاسوسی کہانیاں موجود ہے جو اس لیے اہم نہیں ہے کہ یہ بائبل میں موجود ہیں بلکہ ان کی اہمیت اس لئے ہے کہ موجودہ دور میں یہ کہانیاں ایسے ہی رائج ہیں جیسے کہ یہ اس وقت موجود تھیں۔ بلیڈر اپنے خیال ظاہر کرتا ہے کہ جس دور میں ائن فلیمنگ اپنی جاسوسی کہانیاں لکھ رہا تھا اس سے تین ہزار سال پہلے بھی جاسوسی کہانیاں بن رہی تھیں۔ ثبوت کے طور پر وہ بائبل کا دوسرا حصہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :

"عبرانی بائبل کی کتاب جوشوا کا باب دوم عالمی ادب میں پہلی جاسوسی کہانی کے طور پر شمار کیا جاسکتا ہے"۔(٦)

نورمن پولر اور تھومس ایلن نے کی کتاب "دی سپائی بک"

( THE SPY BOOK- THE ENCYCLOPEDIA OF ESPIONAGE) میں انگریزی حروف تہجی میں اے سے لے زیڈ تک آنے والے تمام فوجی اور سیاسی جاسوسوں کا تذکرہ ہے۔ ان جاسوسوں کا تعلق مختلف ادوار سے اور مختلف ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں جاسوسی کی مکمل تاریخ ہے، جو اٹھارویں صدی قبل مسیح سے شروع ہو کر بیسویں صدی کی آخری دہائی پر جا کر ختم ہوئی۔

بائبل اور توریت کے مطابق دنیا میں جاسوسی کا سب سے پہلا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آدم اور حوا کو جنت کے باغ سے نکالنے کے لیے ابلیس ایک سانپ میں چھپ کر حوا کے پاس آیا۔ ابلیس نے خدا اور انسان کے درمیان تعلقات کو خراب کرنے کے لئے ایک رینگنے والے جانور کو اپنا ایجنٹ بنایا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بارہ افراد (جاسوسوں) کو وادی کنعان کی طرف بھیجا تا کہ وہ معلوم کر کے آئیں کہ وہ ملک کیسا ہے؟ وہاں کے رہنے والے لوگ کس طرح کے ہیں؟ یہ وہ وقت تھا جب انہوں نے مصر کے فرعون سے چھٹکارا حاصل کر لیا تھا۔ کنعان وہ ملک تھا جہاں پر توریت کے مطابق خدا نے اسرائیلیوں کو بسانا تھا۔ بنی اسرائیل کے رہنما جوشوا کا ذکر بھی توریت میں ملتا ہے جس نے کنعان کو فتح کرنے کے لیے اپنے دو جاسوس بھیجے تھے۔ خاتون راہب بھی توریت کا اہم کردار ہے جس نے اپنے گھر میں ایک جاسوس کو پناہ دی تھی اور اس کے ساتھ ایک معاہدہ بھی کیا تھا کہ وہ جنگ جیتنے کے بعد اس کو اور اس کے گھر والوں کو گزند نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بھی جاسوسوں کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر جاسوس ہونے کا الزام لگایا جب وہ مصر کی سرزمین پر غلہ لینے آئے تھے اور اپنے بھائی کو بادشاہ کی شکل میں پہچان نہ سکے۔

توریت و انجیل سے لیے گئے واقعات کو قرآن پاک کی روشنی میں دیکھیں تو اس میں بھی ان واقعات کی صداقت کسی حد تک ثابت ہوتی ہے جسے دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جاسوسی کا فن اس وقت بھی دنیا میں موجود تھا جب باقاعدہ ریاستیں وجود میں نہ آئی تھیں۔ ماہرین آثار قدیمہ نے ۱۸ویں صدی قب مسیح میں لکھی گئیں مٹی سے بنی ہوئی پلیٹیں تلاش کی ہیں جو کہ جاسوسی کے لیے استعمال کی جاتی تھیں سعودی عرب میں ۱۱ویں صدی تک حکومتی سطح پر جب سفیر کسی دوسرے ملک میں یا علاقے میں بھیجے جاتے تو وہ صرف اور صرف پیغام پہنچانے تک ہی محدود نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کا کام ملکی معاملات، لوگوں کا رہن سہن، فوجی طاقت، یہاں تک کہ ان کی زمینوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے بارے میں بھی مختلف معلومات حاصل کر کے اپنے حکمرانوں کو پہنچانا تھا۔

مشرق میں خاص طور پر چائنا اور جاپان کے حکمران قدیم زمانے میں فن حکمرانی کے لیے جاسوسوں کو اہم ہتھیار قرار دیتے تھے۔ جاسوسوں کے ذریعے اپنی ریاست کو مضبوط بنانے کے لئے اور دوسری ریاستوں کے بارے میں مختلف معلومات جمع کرنے کے لئے دھوکہ دہی سے بھی گریز نہیں کرتے۔ قدیم جاپان میں جاسوسی کرنے والوں کے مقابلے میں نجومیوں، اعداد و شمار کرنے والوں، اور ہوا کے رخ کو دیکھتے ہوئے قیاس آرائیاں کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، لیکن جب وہاں پر منگولوں کی حکومت قائم ہوئی تو نجومیوں سے زیادہ جاسوسوں کو اہمیت دی گئی اور مارشل آرٹ کے ماہر افراد کو حکومتی سطح پر جاسوس مقرر کیا گیا۔ سنسکرت میں بھی چوتھی صدی عیسویں میں ایسی کتابیں ملتی ہیں جہاں ریاست پر کامیاب حکومت کرنے کے لیے معلومات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

غرض جاسوسی کے فن کا آغاز ابتدائی زمانے میں انبیاء کرام کے ادوار میں شروع ہو چکا تھا۔ ان کے بعد آنے والے مختلف زمانوں کے بادشاہوں میں جاسوسی کا رواج کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا۔ موجودہ دور میں جاسوس پہلے سے کہیں زیادہ عام ہیں ۔ یہ اپنے قومی دفاع کے لیے کسی بھی قوم کے سب سے قیمتی رازوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ان کے اہداف میں کمیونیکیشن ٹیکنالوجیز، آئی ٹی، توانائی، سائنسی تحقیق، دفاع، ہوابازی، الیکٹرانکس اور بہت سے دوسرے شعبے شامل ہیں۔ بعض ممالک میں انٹیلی جنس ایجنسیاں کمرشل کے ساتھ ساتھ حکومت سے متعلقہ اداروں کو بھی نشانہ بنا رہی ہیں۔ اہداف کے حصول کے لیے موبائل، رڈار، سیٹلائٹس اور مختلف آلہ جات کا استعمال کیا جاتا ہے ۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جاسوس آپس میں بات چیت کے لیے عام طور پر ایک طرفہ صوتی لنک عام طور پر ایک ریڈیو پر مبنی مواصلات کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ایک اچھے جاسوس کی اہم خصوصیات میں مضبوط تنقیدی سوچ اور مواصلات کی مہارت، منطقی سوچ کی مہارت، اور کوڈ بریکنگ کا شوق شامل ہے۔

جاسوسی ناول نگاری کا مرکزی دھارا سیاسی اغراض و مقاصد کے گرد گھومتا ہے۔ ناول کے پلاٹ میں اکثر مخالف ملک کے ایجنٹ فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں یا کسی سازش میں ملوث ہوتے ہیں، جن کو مرکزی ملک کا جاسوس اپنے خاص طریقہ کار سے بے نقاب کرتا ہے۔ اکثر ناول جنگ عظیم اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں ہونے والی تاریخی جنگوں کو موضوع بنا کر لکھے گئے۔ جاسوسی ناولوں میں روس، امریکہ، جرمن نازیوں، افغانستان کا ذکر کھلے عام کیا جاتا ہے۔ یہ ناول ماضی، حال اور مستقبل میں ترتیب دیے جا سکتے ہیں۔

کامیاب جاسوسی ناول نگاری کا سب سے اہم عنصر سنسنی خیزی ہے۔ مخالف ملک کے جاسوس کی جارحانہ کارروائیاں اور مرکزی ملک کے جاسوس کے درمیان مقابلے سے ناول میں تناؤ پیدا کیا جاتا ہے۔ کہانی میں مختلف موڑ آتے ہیں جن سے قاری کے خدشات کو ابھارا جاتا ہے۔ اکثر جاسوسی ناولوں پر فلمیں بنائی جاتی ہیں چنانچہ اس میں دو یا تین مواقع ایسے ضرور آنے چاہیں جن سے جوش، ہیجان اور ہلچل پیدا ہو۔ ان واقعات کو بیان کرنے کے لئے ایسے وضاحتی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن سے قاری کی نبض تیز ہو جائے۔ خان جاسوسی ادب کے چار ضروری عناصر بتاتے ہیں۔

- تجسس کی افزودگی
- تذبذب کی برقراری
- چونکا دینے والا مگر مدلل اور اطمینان بخش انکشاف
- ناول کا خاکہ یا مرکزی خیال کسی تعلیم و تربیت، نصیحت یا معلومات کی تشہیر مبنی ہو۔(۶)

ویکیپیڈیا میں جاسوسی ادب کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "Spy fiction, a genre of literature involving espionage as an important context or plot device, emerged in the early twentieth century, inspired by rivalries and intrigues between the major powers, and the establishment of modern intelligence agencies" (7)

بخاری جاسوسی ناول کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "اسراری ناول میں اسرار یا جادو یا کسی راز کے انکشاف پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔" (۸)

جاسوسی ناولوں کے بارے میں فاروقی اور نور الحسن کہتے ہیں کہ:

> "جاسوسی ناول میں قصے ہی کو سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ عام دماغ اسی لئے اس میں بہت دلچسپی لیتا ہے۔ اکثر دوسری نوعیت کے ناول لے کر بیٹھیں تو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، مگر ناول کو ختم کرنے کے بعد جب اس پر غور کیجئے تو کوئی لطف کا اثر دماغ پر باقی نہیں رہ جاتا۔"(۹)

جاسوسی ناول نگاری کی بنیاد تجسس پر ہوتی ہے۔ ہاشمی میں اس کی تعریف کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

> "جاسوسی ناول کی بنیاد تجسس، تحیر اور اضطراب پر ہوتی ہے. ایسے ناولوں میں بالعموم انہونی باتیں اور فوق الفطرت کردار پیش کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ناول پر داستان کا گمان ہونے لگتا ہے۔"(۱۰)

جاسوسی ناولوں کی بنیاد قصے پر ہوتی ہیں اور قصے کہانی سے رغبت انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ کہانی کے ذریعے کسی شخص کو کوئی بھی تصور پیش کیا جا سکتا ہے یا کسی بھی آفاقی مسئلے کا حل ذہن نشین کروایا جا سکتا ہے چنانچہ جاسوسی ناول کہانی کے انداز میں خیر اور شر کے ابدی مسائل کو غیر محسوس طریقے سے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ کاظمی کہتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

"دل و دماغ کو محصور کن لطف دینے میں ایک بہترین جاسوسی ناول کو جو مقام حاصل ہے اس کے سامنے سب اصناف ہیچ ہیں۔ جاسوسی ادب میں انسان کی نفسیاتی گرہوں، الجھنوں اور جرم و سزا کے تصورات و مسائل کے متعلق بنیادی بحثیں اٹھانے کی کئی صلاحیتیں ہیں۔"(۱۱)

اُردو میں قیام پاکستان سے قبل ادبِ بالغاں کی حد تک جاسوسی ناول نگاری کی ابتدا کی گئی مگر اس صنفِ ادب میں بچوں کو یکسر نظرانداز کر دیا گیا۔ بچوں کے لیے دوسرے موضوعات پر تو کام ہوا لیکن جاسوسی ناول نگاری پر کوئی بھی کام نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ ہندوستان میں بیسویں صدی میں ہونے والی مذہبی اور سیاسی تبدیلیاں تھیں جن کے زیرِاثر بہت سی پرانی قدریں تو ختم ہو گئیں مگر نئی قدروں کا فقدان تھا۔ عام آدمی کی زندگی بیزاری اور شدید ذہنی دباؤ کا شکار رہی جس کا اثر اس دور کی تحریروں پر بھی پڑا اور بظاہر کوئی عہد آفرین کارنامہ نہ پیش کیا جا سکا۔ جاسوسی ناول نگاری ترجمے کی حد تک ہی محدود رہ گئی، مگر اس دور کی اہمیت یہ ہے کہ اس دور کے ادیبوں نے ایک نئے ادب کی ٹھوس بنیاد ضرور رکھ دی۔ جاسوسی ناول نگاروں نے نیا شعور اور نئے حالات پیدا کر دیے جو کہ بعد میں آنے والے جاسوسی ناول نگاروں کے لیے مشعلِ راہ بنے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب صنعتی ترقی کا آغاز ہوا تو وقت کی تیز رفتاری، مشینی زندگی، کم سے کم وقت میں بہت کچھ حاصل کر لینے کی خواہش، دولت کی چمک دمک اور میڈیا نے انسانی زندگی کی پیچیدگیوں اور مسائل کو بدل کر رکھ دیا۔ مروت اور ہمدردی جیسی انسانی خصوصیات معاشرے سے ختم ہوتی گئیں۔ ان کی جگہ خود غرضی، ریاکاری، دھوکہ دہی، سفاکیت اور جنسیت نے لے لی۔ لوگوں کے لیے پیسہ ہی ہر درد کی دوا بن گیا اور اس کے حصول کے لئے انہوں نے ہر ممکن طریقہ کو اپنانے کی کوشش کی۔ عدلیہ کمزور ہو گئی۔ پولیس، جو امن وامان کی محافظ تھی محض سرمایہ داروں کی محافظ ہو کر رہ گئی۔ ہر آدمی خود کو غیر محفوظ تصور کرنے لگا۔ جب ملک کا سماجی نظام کمزور ہوا تو خارجی قوتوں نے اسے مزید کمزور کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیے۔ یہ مسائل ایسے تھے جنہیں کسی بھی صورت میں نظرانداز کیا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ خاص طور پر کسی ادیب کے لئے اسے نظرانداز کر دینا ناممکن تھا۔ غرض اس عہد میں حقیقت پسندانہ ادب کی کثیر تعداد میں اشاعت ہوئی۔ بڑے بڑے ناول نگاروں نے اپنے اپنے طریقے سے ان مسائل پر قلم اٹھایا۔

جاسوسی ناول نگاروں نے بھی اپنی خاص صنفِ سخن کی مدد سے ان مسائل کو اجاگر کیا۔ چنانچہ ابن صفی اور مظہر کلیم وغیرہ نے ایسے ناول لکھے جس میں انہوں نے معاشرے میں پیدا ہونے والے جرائم اور ان سے بننے والے مجرموں کو موضوع بنایا۔ بچوں کے جاسوسی ادب کے لیے اشتیاق احمد اور سراج نور کا نام طور طور خاص پر لیا جا سکتا ہے۔ جاسوسی ناول اس فریضے کو بخوبی ادا کر سکتے تھے بشرطیکہ ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی، افسوس ہمارے یہاں انہیں ادب سے ہی خارج سمجھا گیا۔ اگر اب بھی اردو جاسوسی ناول نگاری کی طرف توجہ دی جائے تو نئے کردار اور بہترین فن پارے تخلیق ہو سکتے ہیں۔ صدیقی صنعتی عہد کی جاسوسی ناول نگاری کے بارے میں کہتے ہیں:

"جاسوسی ناول صنعتی عہد کے ایسے دور کی پیداوار ہے جب سائنسی ترقیات مادی وسائل کے ساتھ انسانی ذہن، اس کی نفسیات اور طریقہ کار کو بدل دیتی ہیں اور معاشرے کو ذہن کے اس منفی عمل سے محفوظ رکھنے کے لیے جرم کی نئے انداز سے توجیہہ اور تشریح کی جانے لگتی ہے۔ انسانی ذہن جو ہمیشہ سے تجسس میں مبتلا ہے، اس تحقیق و تلاش میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔"(۱۲)

اُردو جاسوسی ادب کا المیہ یہ ہے کہ اس کی سرپرستی کرنے کی بجائے، اردو ادب کے ناقدین نے جاسوسی ناول نگاری پر تنقید کی یلغار کر دی۔ اس کو ہمارے ادبی حلقے اور نقاد حضرات کسی خاطر میں نہیں لائے۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ جاسوسی ادب کا اردو ادب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ نتیجتاً اردو ادب کے ناقدین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ ہے جو جاسوسی ناول نگاری کی شدید ترین مخالفت کرتا ہے اور اسے اردو ادب اور خاص طور پر ادبِ عالیہ سے بالکل بیگانہ قرار دیتا ہے۔ ان کے نزدیک جاسوسی ناول نگاری کا ادب سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں ہے۔ یہ حضرات جاسوسی ادب کو محض تفریح سمجھتے ہیں، جس کے مطالعے سے قاری کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ ناقدین جب اردو ادب یا اردو ناول نگاری کے متعلق کوئی ادب پارہ ترتیب یا تخلیق کرتے تو اول اس میں جاسوسی ادب کا ذکر ہوتا ہی نہیں اور اگر ذکر ہوتا بھی تو ثانوی سا اور اس میں بھی مخالفت کا پہلو شامل ہوتا۔ یہ حضرات کسی جاسوسی ناول نگار کا نام اردو کے نامور ناول نگاروں کی فہرست میں لکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے جاسوسی ناول نگاری کو خاص ادبی حیثیت دی۔ ان اشخاص کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی اس لیے انہیں خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ یہ کوشش اب بھی جاری ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

جاسوسی ناول نگاری پر تنقید کرتے ہوئے یوسف سرمست کا خیال ہے کہ بے شک مقبول ناول نگاری میں جاسوسی ناول نگاری کی مقبولیت بہت زیادہ ہے اور آئندہ بھی یہ مقبول رہے گی لیکن وہ اس کی مقبولیت کی وجہ بے اطمینانی کو قرار دیتے ہیں۔ وہ اسے "افیون" سے مشابہت دیتے ہیں جو زندگی سے فرار حاصل کرنے کے لیے لی جاتی ہے ۔ان کے خیال میں جاسوسی ناولوں میں حقیقت کا فقدان ہے۔ زندگی کا محور پولیس سٹیشن، قاتل اور ڈاکوؤں کے ٹھکانے بن جاتے ہیں۔ جاسوسی ناول پڑھنے والے قاری کے لیے قتل وخون ایک معمولی سی بات بن جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ :

"جاسوسی ناول میں نہ تو اس دور کے حالات جس میں وہ لکھا گیا ہے کوئی گہرا شعور ملتا ہے اور نہ ہی زندگی سے متعلق کوئی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جاسوسی ناول میں روزمرہ کی زندگی جرائم کی تاریکیوں میں بھٹکتی نظر آتی ہے۔ یہ انسان کے خون سے سرخ رو ہوتا ہے یہاں سماجی مسائل کو پیش کرنے کے بجائے پولیس کے مسائل کو ظاہر کرنے میں ناول نگار اپنی قوت صرف کر دیتا ہے۔ جاسوسی ناول میں کوئی فکر انگیز بات نہیں ملتی یہاں تو زندگی کے حقائق سے آنکھیں چرا کر گزر جانا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔"(۱۳)

فاروقی اور ہاشمی کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اس قسم کے ناول ادبی ذوق سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ انہیں ختم کر لینے کے بعد ان میں کوئی لطف کا اثر دماغ میں باقی نہیں رہتا۔ان کے مطابق جاسوسی ناولوں کے کردار میکانکی معلوم ہوتے ہیں۔ان کے نزدیک اگر کچھ نقاد اسے ادب میں داخل کرنے کے لئے تیار ہیں تو وہ صرف اس لئے کہ اس میں کسی قسم کی ترتیب نہایت ذہانت کے ساتھ برتی جاتی ہے۔(۱۴)

جاسوسی ناول نگاری کا مقدمہ لڑتے ہوئے اردو جاسوسی ناول نگاری کے سب سے بڑے مصنف ابن صفی اپنے ناول "بیچارا بیچاری" کے پیشرس میں تفصیلاً بحث کرتے ہیں کہ وہی ادب ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جس میں تجسس کا مادہ ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

"یہ ادب ہمیشہ اس لیے زندہ رہتا ہے کہ اس کا تعلق براہ راست instinct of curiosity سے ہے۔ تجسس کی جبلت مرتے دم تک زندہ رہتی ہے۔ آدمی اس وقت متجسس رہا ہے جب وہ غریب اپنی اس جبلت کو کوئی مخصوص نام دینے کا سلیقہ نہیں رکھتا تھا۔۔۔ تجسس کی جبلت مرتے دم تک قائم رہتی ہے۔ کچھ نہیں تو مرنے والا یہی سوچنے لگتا ہے کہ دیکھیں اب دم نکلنے کے بعد کیا ہوتا ہے،اس لیے اس جبلت کی تسکین فراہم کرنے والا ادب میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

پھر اردو ناقدین کے آفاقی ادب کی تعریف پر چوٹ کرتے ہیں :

"نہیں بابا یہ آفاقی ادب ہر گز نہیں ہے جسے ہم پیار سے جاسوسی ادب بھی کہتے ہیں۔۔۔ زندہ رہنے والا ادب تو وہ تھا جو قحطِ بنگال کے زمانے میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا تھا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، زندہ رہنے والا ادب وہ تھا جو ۴۷ء کے فسادات کے دوران اُسی موضوع پر پیش کیا گیا جو اب دور سے بھی نظر آ جائے تو پڑھنے والے ناک کم اور بھوں زیادہ چڑھاتے ہیں۔(ویسے ذرا سے ہیر پھیر سے یہ موضوعات بھی آفاقی ادب کے شاہکار بن سکتے تھے۔ بس اتنا کرنا پڑتا کہ ان کی تباہ کاریاں بیان کرنے کی بجائے ان کے اسباب وعلل پر جاسوسی ناول لکھ دیے جاتے۔"(۱۵)

جاسوسی ادب پر غیر حقیقی ہونے کا الزام لگانے والے یہ بھول گئے ہیں کہ دنیا کی پیدائش کے ساتھ ہی خیر اور شر کی لڑائی جاری ہے۔ شر معاشرتی اور سماجی مسئلہ ہے ہم اس کی حقیقت سے کسی بھی طرح سے آنکھیں نہیں چرا سکتے۔ اس کی حیثیت لازم وملزوم کی ہے۔ یہ کسی بھی شکل میں ہو سکتا ہے دھوکہ دہی، چوری، لالچ لوٹ مار وغیرہ۔ کوئی بھی غیر انسانی اور غیر اخلاقی حرکت شر ہی کی ایک قسم ہے۔ خیر وشر کی اس لڑائی میں جیت ہمیشہ خیر ہی کی ہوتی ہے۔ جس دن شر جیت گیا، وہ دن شاید دنیا کا آخری دن ہو۔ جب تک سر باقی رہے گا جاسوسی ادب بھی لکھا جاتا رہے گا۔

ابن صفی ہر قسم کے ادب میں جرم کی جڑیں تلاش کرتے ہیں۔ چناچہ کہتے ہیں کہ :

"اساطیری کہانیوں سے لے کر مجھ حقیر کی کہانیوں تک آپ کو ایک بھی ایسی کہانی نہ ملے گی جس میں جرائم نہ ہوں اور آج بھی آپ جسے بہت اونچے قسم کے ادب کا درجہ دیتے ہیں اور جس کا ترجمہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی آئے دن ہوتا رہتا

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہے کیا جرائم کے تذکروں سے پاک ہوتا ہے؟ کیا اس کے مضر رساں پہلوؤں پر ہمارے نقاد کی نظر نہیں پڑتی؟ اگر نہیں تو کیوں؟"(۱۶)

ادب چوں کہ اسی معاشرے کا آئینہ دار ہے اور وہی سب کچھ پیش کرتا ہے جو سماج میں ہو رہا ہوتا ہے، اس پر بندش نہیں لگائی جا سکتی اور نہ ہی اپنی مرضی لاگو نہیں کی جا سکتی۔ اس لحاظ سے یہ کسی بھی طرح سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا حقیقت سے اور ہمارے سماج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جاسوسی ناول اپنے خاص انداز سے معاشرے میں ہونے والی برائیوں کو ہی بے نقاب کرتے ہیں، اس لیے یہ ادبی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ ولف ناول نگاری کی تعریف کچھ اس طرح بیان کرتی ہے:

"ناول کی ساری دنیا مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن ایک عنصر تمام ناولوں میں مستقل طور پر باقی رہا ہے یعنی انسان ــــ وہ (ناول) حقیقی انسان کی زندگی کا بھرپور اور صداقت شاعرانہ ریکارڈ پیش کرتا ہے۔"(۱۷)

ناول کی مذکورہ بالا تعریف یہ ثابت کرتی ہے کہ جاسوسی ادب کسی بھی طرح سے ادب سے خارج نہیں ہو سکتی۔ اس کا محور اس معاشرے کا ادنیٰ فرد ہی ہے جو کئی قسم کے سماجی مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ سماجی مسائل پر ابن صفی اپنے خاص انداز میں تبادلہ خیال کرتے کہ:

"جہاں سے سماجی مسائل پیش کرنے والے ادب کی تحریک شروع ہوئی تھی وہاں کا حال بھی سن لیجئے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے یہ خبر سننے میں آئی ہے کہ روس میں میر امن کی "باغ و بہار" ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں بک گئی۔۔۔ سخت حیرت ہوئی سن کر۔۔۔ بھلا الیا اہرن کے وطن مالوف میں یہ حادثہ کیوں کر ہوا۔۔۔ مایو کرفسکی کی دیس میں چاسر کی کینٹر بری ٹیلس کو کیونکر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک روسی فلم "دی سیکرٹ فورٹ" دیکھ کر سر پیٹ لینا پڑا تھا۔ بچوں کی تعلیم کے بہانے یار لوگ "طلسم ہوشربا" فلمانے پر اتر آئے ہیں جسے آٹھ سال سے اسی سال تک کے بچے دیکھتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں۔"(۱۸)

مقبول ادب اور خاص طور پر جاسوسی ادب کا ایک مقصد لوگوں کو تفریح فراہم کرنا بھی ہے لیکن اصلاح معاشرہ اور قانون کا احترام اس کے اہم ترین اور بنیادی مقاصد ہیں۔ ادب کی عالمی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ معاشرے کے مسائل کو جہاں سنجیدگی سے پیش کیا جا سکتا ہے وہاں اسے تجسس اور رومان کا ملاپ سے زیادہ اثر انگیز ثابت ہو سکتا ہے۔ خان سنجیدہ اور جاسوسی ادب میں مشترک قدریں تلاش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ادب کی تعریف اور اصطلاح میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ ــــ معاشرے کے سنجیدہ مسائل اور کسبِ معاش یا روزمرہ زندگی کی کشمکش سے تھکے ماندے ذہنوں کو دلچسپ تحریر سے معطر کیا جائے اور سنجیدہ مسائل کو تجسس اور مزاح اور رومانی آمیزش کے ذریعے دل نشین انداز میں بیان کریں۔ اس خیال نے جاسوسی ادب میں طنز و مزاح کے ایک ضخیم ذخیرہ کو جنم دیا۔ سنجیدہ ادب کے اہم مضامین جس میں مثال کے طور پر عدم مساوات،، انسانی حقوق، آزادی نسواں، قدیم معلومات، تہذیب و تمدن، مختلف فلسفے، سماجی انتشار اور برائیوں کے اسباب و علل شامل ہیں اور یہی مضامین جاسوسی ادب کا بھی موضوع ہیں۔"(۱۹)

جاسوسی ادب کا دفاع کرتے ہوئے ہوئے جاسوسی ناول نگار کلیم کہتے ہیں:

"پاکستان میں جاسوسی ادب کو ادب ہی شمار نہیں کیا جاتا اور ادب کے ٹھیکدار اس بات پر مصر ہیں کہ جس ادب میں رومانیت کا عنصر موجود نہ ہو اسے ادب عالیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ادب کو وہ صرف جذبات کی ترجمانی گردانتے ہیں اور صرف ذہن کی ترجمانی کو وہ ادب ماننے کو کسی قیمت پر تیار نہیں ہوتے جب کہ جاسوسی ادب میں جذبات اور رومانیت سے ہٹ کر صرف ذہن کی ترجمانی کی جاتی ہے مگر غیر ممالک میں ایسا نہیں ہے وہاں جاسوسی ادب کو باقاعدہ ادب میں شمار کیا جاتا ہے۔ ویسے اب یہاں بھی صورت حال تیزی سے بدلتی چلی جا رہی ہے اور عشق و محبت کے پٹے پٹائے ادب سے لوگ باغی ہو کر جاسوسی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ادب کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں، اس لئے مجھے امید ہے کہ اگر مزید اچھا لکھنے والے جن کی ابھی خاصی کمی ہے اس میدان میں آگئے تو اس کا مستقبل خاصا تابناک ہو جائے گا۔"(۲۰)

ذیل میں چند اردو جاسوسی ناولوں کے اقتباس پیش کیے گئے ہیں جنھیں پڑھ کر عام آدمی بھی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ جاسوسی ادب محض کشت وخون پر مشتمل نہیں۔ اس قسم کے ادب کا مطالعہ بچوں اور بڑوں دونوں میں غیر محسوس طریقے سے بہادری، جانبازی، سچائی، ایمان داری اور ذہانت جیسی صفات پیدا کر رہا ہے۔ قانون کا احترام، وطن سے محبت، وقت کی اہمیت کا احساس، فحاشی اور بے حیائی سے بیزاری جیسی خوبیاں پنپ رہی ہیں۔ ناول میں جب جاسوس یا سراغ رساں، اپنی غیر معمولی ذہانت سے معمے کو حل کرنے میں لگا ہوتا ہے تو عام قارین بھی اپنا دماغ لڑانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بعض تو اس پر عمل بھی کر جاتے ہیں۔ جاسوسی ادب جرائم پیشہ افراد سے بھی ہمدردی رکھتا ہے۔ یہ ان کے ذہنوں کو کھنگالتا ہے۔ ان کی نفسیات پیش کرتا ہے۔ یہ باور کروانے کی کوشش کرتا ہے کہ انسان پیدائشی مجرم نہیں ہوتا بلکہ وقت اور حالات اسے جرم کی دنیا میں دھکیل دیتے ہیں۔

اردو کے جاسوسی ادب میں طبع زاد تخلیقات کے موجد **ابنِ صفی** نے اپنے تمام ناولوں سیاسی، سماجی، قانونی، معاشرتی، علمی، ادبی اور فکری وغیرہ جیسے متعدد موضوعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اپنے ناول "تلاشِ گمشدہ" میں امدادِ باہمی کے اصولوں پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ساری دنیا کا کام امدادِ باہمی کے اصولوں پر چل رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہمیں امداد دینے والے ہمیں اپنا غلام سمجھ لیں۔"(۲۱)

اسی طرح سے ایک ناول "الٹی تصویر" میں ایک موقعے پر کہتے ہیں کہ:

"زندہ رہنے کے لیے اپنی کھال پر کتنی تہیں چڑھانی پڑتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ روح کی کراہ قہقہوں سے بھی جھانکتی رہے۔"(۲۲)

ناول "انوکھے رقاص" میں موسمیاتی تبدیلی کی وجوہات پر ایٹمی ہتھیار بنانے والی بڑی طاقتوں پر بحث کرتے ہیں:

"ایک آدمی جب پاگل ہو جاتا ہے تو اسے پاگل خانے میں بند کر دیتے ہیں اور جب کوئی قوم پاگل ہو جاتی ہے تو طاقتور کہلانے لگتی ہے۔"(۲۳)

تجسس ہمیشہ زندہ رہنے والے ادب کی اہم خصوصیت ہے کیونکہ تجسس کی جبلت مرتے دم تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ابن صفی کے جاسوسی ناولوں میں شروع سے آخر تک تجسس کا عنصر قائم رہتا ہے۔ قاری کے ذہن میں یہ خلش موجود رہتی ہے کہ اب کیا ہوگا۔ تجسس کا عنصر آگاتھا کرسٹی یا کانن ڈائل کے ناولوں میں بھی موجود ہے، لیکن ابن صفی کے ہاں یہ ایک ممتاز خصوصیت کا حامل ہے کیونکہ ان کے ناولوں میں مزاح اور تجسس ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

**طارق اسماعیل ساگر** نے بھی اردو جاسوسی ادب میں بلند پایہ اضافہ کیا ہے۔ اپنے تمام ناولوں میں انہوں نے پاکستان کے خلاف را کے ہتکنڈوں، مختلف دہشت گرد تنظیموں اور انٹیلی جنس نیٹ ورکس کا ذکر کیا ہے۔ ان کا بنیادی مقصد پاکستانی قوم کو ہندو ذہنیت اور ان کے ارادوں سے آگاہ کرنا، مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستان سے ہندووں کی نفرت کا اظہار اور پاک فوج کی قربانیوں کا احساس دلانا تھا۔ ناول "کمانڈو" کی پیشرس میں ساگر کہتے ہیں:

"اب جو نظر اپنے ملکِ عزیز پر جاتی ہے تو میں سوچنے لگتا ہوں:
"اکھنڈ بھارت" کا خواب دیکھنے والے کہیں یہاں بھی ______ اس بچے کھچے پاکستان میں نفرتوں کے ویسے ہی بیج نہ بو دیں
اور زبان، ثقافت اور صوبائیت کے زہریلے نعروں کی یہاں بھی پرورش شروع نہ کر دیں۔
اے کاش! ہم آج اپنی آنکھیں کھول سکتے اور یہ دیکھ سکتے:
دشمن پھر اسلحے کا انبار لگا رہا ہے
کھلاڑی بھی وہی ہے۔ داؤ پیچ بھی وہی ہے صرف میدان بدل گیا ہے۔"(۲۴)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول **اے حمید** نے اپنی ایک سیریز "بھارت کے فرعون" کے ناول "مشن دوارکا" میں ایک موقع پر کہا کہ :

"اگر یہ بات ہے تو تم بھارت کے حکمرانوں کو جا کر یہ کیوں نہیں کہتی کہ وہ کشمیریوں پر ظلم و ستم کرنا، ان کے مکانوں کو آگ لگانا، ان کی خواتین کو بے عزت کرنا، ان کے نوجوانوں کو گولیوں سے اڑانا بند کر دیں۔۔۔ تم اندرا گاندھی کو جا کر کیوں نہیں سمجھاتیں کہ وہ پاکستان میں تخریب کار بھیجنا بند۔۔۔ میں نے تو یہاں گولا بارود کے صرف وہ ذخیرے اڑائے ہیں جو اپنی آزادی کے لئے جہاد کرنے والے کشمیریوں کے خلاف استعمال کیے جانے تھے۔ میں نے کسی ریلوے اسٹیشن، کسی بس اسٹیشن، کسی سینما ہال، کسی ایئرپورٹ، کسی شاپنگ سنٹر میں بم کا دھماکا نہیں کیا۔ میں نے تو تمہارے بھارت کے کسی بے گناہ انسان کا خون نہیں بہایا۔" (۲۵)

اس پوری سیریز میں مصنف نے بھارت کے ایجنٹوں کی تخریب کاری کی تفصیلات بیان کی ہیں اور پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کی بہادری اور وفاداری پر گفتگو کی۔ یہ سیریز سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان میں پاکستان بھارت کی جنگ، مشرقی پاکستان کے حالات، ہندو اور مسلمانوں کی سوچ اور انکی کاروائیوں کے متعلق وہ تمام معلومات ہیں جو کہ ایک پاکستانی بچے کو معلوم ہونی چاہئیں۔ اُردو جاسوسی ناول نگاری میں بڑوں کے لیے جاسوسی ناول لکھنے میں جو مقام ابن صفی کو حاصل ہے، وہی مقام **اشتیاق احمد** کو ادب اطفال میں جاسوسی ناول نگاری میں ملا ہے۔ ان کا ایک غیر فانی کردار انسپیکٹر جمشید ہے جو نہ صرف خود بلکہ اپنے تین بچوں کو بھی ملک و قوم پر قربان کرنے کو تیار ہے۔ یہاں ہم ان کے ایک ہی ناول "فرضی چور" سے چند اقتباس دیکھیں گے کہ ایک ہی ناول میں وہ بچوں کو کتنی باتیں سکھا رہے ہیں۔

"یہ تم تینوں کیا چلا رہے ہو؟" بیگم جمشید باورچی خانے سے نکل کر آتے ہوئے بولیں۔

"جی زبانیں۔" فاروق مسکرایا

"کیا کہا زبانیں۔"

"جی ہاں! کیوں کہ آج کل چلانے کے لئے یہی رہ گئی ہیں۔ عمل تو اس دنیا سے اڑتا جا رہا ہے۔"

"دنیا کی برائیوں کی طرف دیکھنے کی بجائے پہلے انسان کو اپنی برائیوں سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔" بیگم جمشید نے جواب دیا۔" (۲۶)

شہری اور دیہاتی زندگی کا موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

"آؤ۔۔۔ بیٹو۔۔۔ کہو۔۔۔ گاؤں کی سیر کر آئے؟" الطاف شاہد

"جی ہاں۔" محمود نے جواب دیا

"پھر پسند آیا ہمارا گاؤں"

"بہت زیادہ۔ صاف ستھری ہوا، ہرے بھرے کھیت، کھلے میدان۔ یہ چیزیں شہر میں کہاں۔ شہر میں تو موٹروں کا دھواں، کارخانوں کی زہریلی گیس، شور شرابہ، بے پناہ ہجوم۔ یہی کچھ ہوتا ہے روزانہ۔ نا جانے کتنا دھواں سانس کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔" (۲۷)

کسی بھی کام کی ابتدا کیسے کرنی چاہیے؟ اشتیاق احمد بچوں کو سکھاتے ہیں:

"ہاں بھائی اب بتاؤ تم کسے چور سمجھتے ہو؟ میں یہ جاننے کے لیے سخت بے چین ہوں۔

"جی بہت بہتر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔" محمود نے کہنا شروع کیا۔" (۲۸)

**مسعود احمد برکاتی** کے جاسوسی ناول اگرچہ ترجمہ شدہ یا ماخوذ ہوتے ہیں لیکن وہ بچوں کے لیے وہی ناول چنتے تھے جس میں بچوں کے لیے کوئی نہ کوئی سبق ہوتا تھا۔ ناول "مونٹی کرسٹو کا نواب" کا اقتباس دیکھیں، جس میں ایک کردار "البرٹ" کے ذریعے مسعود احمد برکاتی بچوں کو ہمت اور برداشت کا سبق دے رہے ہیں۔ البرٹ اپنی والدہ سے کہتا ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

"امی پلٹ کر نہ دیکھئے، اب یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔ بہت جلد آپ مارسیلیز میں ہوں گی۔ اسی گھر میں جس میں آپ نے نوعمری کے دن ہنسی خوشی گزارے ہیں اور میں اپنی قسمت آپ بنانے روانہ ہو جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کچھ دن کے لیے میری جدائی خوشی سے برداشت کرلیں گی۔"(۲۹)

**سلیم احمد** نے بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے قلم اُٹھایا۔ بچوں کے لیے انہوں نے اعلیٰ درجے کا جاسوسی ادب ترجمہ کیا۔ ناول " تین ننھے سراغ رساں ڈھانچوں کے جزیرے میں دیکھیں کہ عنبر کس طرح سے بھوتوں کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جس سے ہمت اور بہادری کے جذبات ابھرتے ہیں:

"سوال تو یہ ہے کہ تمھیں کیسے پتہ چلا کہ بھوت نقلی ہے؟" قادر نے پوچھا۔
"اس کے دو جواب ہیں۔"عنبر نے کہا"ایک تو یہ ہے کہ ہم بھوتوں کو مانتے ہی نہیں۔"" (۳۰)

**شکیل انوار صدیقی** بچوں کے لیے تصویری کہانیاں بنانے والے نامور کارٹونسٹ اور ادیب ہیں۔ ان کہانیوں میں سادگی اور پراسراریت ہے۔ کہانی "خزانہ" میں بچے ایک نقشے کی مدد سے خزانے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں اور آخر میں ایک عمارت کے سامنے رکتے ہیں۔ بچوں کو جو خزانہ ملا، وہ مندرجہ ذیل ہے۔

"پھر سب کی نگاہیں اس عمارت پر آکر اٹک کر رہ گئی جس کے سامنے وہ کھڑے تھے۔ وہ عمارت ان کے اسکول کی عمارت تھی، جس پر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا"علم سب سے بڑا خزانہ ہے۔"(۳۱)

**زبیدہ سلطانہ** نے بچوں کے لیے جہاں اخلاقی کہانیاں لکھیں، وہاں ان کے لئے جاسوسی کہانیاں بھی تحریر کیں۔ زبیدہ سلطانہ کے تمام ناول، چاہے وہ طبع زاد ہوں یا ترجمہ، بچوں کو تفریح فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی کرتے ہیں۔ ان۔ ناول کے اختتام میں جابر خان اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"مجھے چند منٹ دو تاکہ میں آخری وقت میں وہ الفاظ اپنی زبان پر لا سکو جو اس وقت میرے دل میں لاوا بن کر کھوَل رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے کہہ لینے دو شاید ان سے کسی کو عبرت حاصل ہو۔ اس طرح میرے گناہوں کا کچھ بوجھ ہلکا ہو سکے۔"(۳۲)

جاسوسی ادب خفیہ مہمات کو سر کرنا، چھپے ہوئے رازوں کو تلاش کرنا اور پیچیدہ گتھیاں سلجھانا جیسے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ بہت وسیع موضوع ہے، جس پر بین الاقوامی سطح پر بہت کام ہوا ہے۔ جنگ عظیم اور سرد جنگ کے دوران برطانیہ اور امریکہ سمیت کئی دوسرے یورپی ممالک کی حکومتوں اور فوج نے جاسوسوں کی مدد لی۔ ان میں سے بعض جاسوسوں نے اپنے کارناموں کو ناول کی شکل میں پیش کیا۔ باقاعدہ انیسویں صدی میں جاسوسی ناول نگاری کی روایت کی ابتدا ہوئی۔ قیام پاکستان سے قبل اردو میں جاسوسی ناول نگاری محض ترجمہ نگاری تک محدود رہی لیکن قیام پاکستان کے بعد بیسویں صدی میں اردو کے سنہری دور کا آغاز ہوا۔ اس آغاز کے ساتھ ہی اس پر تنقید کا سلسلہ بھی ساتھ شروع ہو گیا، جس نے اردو ادب سے تعلق رکھنے والے پہلے علماء کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ادب کا بنیادی مقصد چونکہ سماجی حقیقتوں کو من و عن پیش کرنا ہے اس لیے جاسوسی ادب کو کسی طرح سے بھی ادب سے خارج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جاسوسی ناول کا مرکزی خیال تعلیم و تربیت کی تشہیر پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کا پلاٹ انتہائی ذہانت سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اصلاح معاشرہ اور قانون کا احترام ہے اس لیے آج جاسوسی ادب کی اہمیت پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے تاکہ اس مٹی میں چھپے ہوئے گمنام لکھاریوں کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔

## حوالہ جات


۱۔ چند، گیان، (۱۹۸۹ء) ،ادبی اصناف، گاندھی نگر، گجرات اردو اکیڈمی، ص ۱۳۱

۲۔ سن-تزو (۵ویں صدی ق م) ،جنگ کا فن، چائنہ، مترجم لیونل جائلز (۲۰۱۲ء) ، سٹارٹ پبلیشنگ نیویورک، ص ۳

۳۔ فورزہمر، والٹر (۱۹۹۰ء)، انٹیلی جنس پر ادب، واشنگٹن ڈی سی، بشمولہ انفارمیشن مینجمنٹ اینڈ انٹیلی جنس، ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی، ص ۲۶، ۲۵

۴۔ نائٹلی، فلپس (۱۹۸۷ء)، دوسرا قدیم ترین پیشہ، بیسویں صدی میں جاسوس، نیویارک، ڈبلیو ڈبلیو، نورٹن اینڈ کمپنی، ص ۱۰

۵۔ فورزہمر، والٹر (۱۹۹۰ء)، انٹیلی جنس پر ادب، واشنگٹن ڈی سی، بشمولہ انفارمیشن مینجمنٹ اینڈ انٹیلی جنس، ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی، ص ۲۳

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

۶۔خان،احمد اللہ(۲۰۲۱ء)،جاسوسی ادب:(ابن صفی کے حوالے سے)ادب کے غیر ادبو مشمولہ:سری ادب اور ابن صفی،مرتبہ محمد ظفر دین،ارشاد احمد،لاہور،کتاب سرائے اردو بازار،ص ۲۲

۷۔بحوالہ جاسوسی_ادب،۱۰فروری۲۰۲۱ء

https://en.m.wikipedia.org/wiki/Spy_fiction

۸۔بخاری،سہیل(۱۹۷۲ء)،اردو ناول نگاری،دہلی،الحمرا پبلیشرز ص۱۷

۹۔فاروقی،احسن،ہاشمی،نورالحسن(۱۹۵۱ء)،ناول کیا ہے،لکھنؤ،دانش منزل امین الدولہ پارک،ص ۱۱۴

۱۰۔ہاشمی،رفیع الدین(۲۰۰۸ء) ،اصناف ادب،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،ص ۱۲۲

۱۱۔کاظمی،احمد علی(۲۰۱۲ء) ،بحوالہ ابن صفی شخصیت اور فن از راشد اشرف،کراچی،ایسٹرن سٹوڈیو،ص ۱۴۳

۱۲۔صدیقی،عظیم الشان(۲۰۰۸ء)،اردو ناول:آغاز وارتقا،دہلی،تعلیمی پبلشنگ ہاؤس،ص نمبر ۴۷۵

۱۳۔سرمست،یوسف(۱۹۷۳ء)بیسویں صدی میں اردو ناول،حیدر آباد،نیشنل بک ڈپو،مچھلی کمان،ص ۲۷۴،۲۷۵

۱۴۔فاروقی،احسن،ہاشمی،نورالحسن(۱۹۵۱ء)،ناول کیا ہے،لکھنؤ،دانش منزل امین الدولہ پارک،ص ۱۱۴،۱۱۵

۱۵۔ابن صفی(۱۹۲۳ء)،بیچارہ بیچاری،جاسوسی دنیا،جلد نمبر ۲۹،لاہور،اسرار پبلیکیشنز،ص ۸۶

۱۶۔ابن صفی(۱۹۶۶ء)،تیسری ناگن،جاسوسی دنیا،جلد نمبر ۳۶ ،لاہور،اسرار پبلیشرز، ص نمبر ۹۶

۱۷۔ولف،ورجینا،مشمولہ سرمست،یوسف(۱۹۷۳ء)بیسویں صدی میں اردو ناول،حیدر آباد،نیشنل بک ڈپو،مچھلی کمان،ص نمبر ۱۱

۱۸۔ابن صفی(۱۹۲۳ء)،بیچارہ بیچاری،جاسوسی دنیا،جلد نمبر ۲۹،لاہور،اسرار پبلیکیشنز،ص ۸۷

۱۹۔خان،پروفیسر احمد اللہ(۲۰۲۱ء)جاسوسی ادب)ابن صفی کے حوالے سے(ادب کے غیر ادب)مشمولہ:سری ادب اور ابن صفی،مرتبہ پروفیسر محمد ظفر دین،ڈاکٹر ارشاد احمد،لاہور،کتاب سرائے اردو بازار،ص ۲۴

۲۰۔کلیم،مظہر،مشمولہ طاہر نجمی،ایکسپریس اخبار،۳ستمبر ۲۰۲۰ء،بحوالہ

taemeernews.com/2020/10/interview-with-mazhar-kaleem.html

۲۱۔ابن صفی(۱۹۷۹ء)،تلاشِ گمشدہ،عمران سیریز،جلد نمبر ۳۱،لاہور،اسرار پبلیشرز، ص نمبر ۹۴

۲۲۔ابن صفی(۱۹۵۹ء)، الٹی تصویر،جاسوسی دنیا،جلد نمبر ۲۷ ،لاہور،اسرار پبلیشرز، ص نمبر ۳۷

۲۳۔ابن صفی(۱۹۵۷ء)، انوکھے رقاص،جاسوسی دنیا،جلد نمبر ۲۱ ،لاہور،اسرار پبلیشرز، ص نمبر ۱۱۲

۲۴۔ساگر،طارق اسماعیل(۲۰۰۰ء)،کمانڈو،لاہور،قومی کتب خانہ،ص نمبر ۷

۲۵۔اے حمید، مشن دوارکا،archive.org،ص ۳۷

۲۶۔احمد،اشتیاق(س،ن)،فرضی چور،لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص ۱۵،۱۶

۲۷۔احمد،اشتیاق(س،ن)،فرضی چور،لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص ۸۴

۲۸۔احمد،اشتیاق(س،ن)،فرضی چور،لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص ۰۳

۲۹۔ڈوما،الیگزینڈر،مونٹی کرسٹو کا نواب،مترجم مسعود احمد برکاتی(س،ن)،بحوالہ

http://roshnai.com/ مونٹی-کرسٹو-کا-نواب

۳۰۔صدیقی،سلیم احمد(۱۹۷۸ء)،تین ننھے سراغ رساں ڈھانچوں کے جزیرے میں،لاہور،فیروز سنز،ص ۱۴۸

۳۱۔صدیقی،شکیل انوار(۲۰۱۱ء)،خزانہ،بشمولہ روشنی،دہلی،ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس،ص ۲۵

۳۲۔زبیدہ،سلطانہ(۱۹۷۷ء)،صحرا کے دیو،فیروز سنز ،ص ۱۶۷